وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ

(اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟)

ابراہیمؑ کو پورا یقین تھا کہ اللہ مُردوں کو زندہ کریگا۔ لیکن وہ کیفیت جاننا چاہتے تھے۔ انھوں نے یہ نہیں پوچھا کہ "اللہ مُردوں کو زندہ کریگا یا نہیں" بلکہ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کس طرح اللہ مُردوں کو زندہ کریگا۔ اور یہ تجسس (curiosity) ہر انسان کے اندر ہوتا ہے کہ کوئی بھی کام کیسے ہوتا ہے۔ ایک بچے کے اندر بھی یہ تجسس ہوتا ہے۔ اگر اسے کوئی کھلونا دے دو تو وہ اُسے کھول کر بھی دیکھتا ہے کہ اندر کیا ہے۔ اسکے اندر کے حصّے نکال کر دیکھتا ہے کہ یہ کھلونا کیسے کام کرتا ہے۔ اگر ریموٹ والا کھلونا ہے تو اس ریموٹ کو بھی کھول کر دیکھتا ہے کہ یہ کھلونے کو کیسے چلاتا ہے۔ یہ تجسس انسان کی فطرت میں ہے۔ انبیاء بھی فطرت پر ہوتے ہیں۔ اسلیے انھوں نے یہ سوال کیا کہ مُردے زندہ کیسے ہوں گے؟ کَیْف (کیسے) یہ تعجب کے لیے نہیں استعمال ہوتا۔ انھیں تعجب نہیں تھا۔ اگر تعجب ہوتا تو ابراہیمؑ نمرود کو اِس بات کی دلیل نہیں پیش کرتے۔

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي

([اللہ نے] فرمایا: کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ [ابراہیمؑ نے] فرمایا: کیوں نہیں! [ایمان تو رکھتا ہوں] لیکن میں قلبی اطمینان چاہتا ہوں)

ابراہیمؑ ایمان کے اعلیٰ درجے پر پہنچنا چاہتے تھے جسکے بعد کوئی بھی کسی قسم کا شک ہی نہ ہو۔ یقین کے آخری درجے پر پہنچنا چاہتے تھے۔

یقین کے الگ الگ درجات ہیں: علم الیقین ← عین الیقین ← حق الیقین

جب ہم قرآن کے کسی معجزے (سائنس، گرامر، ترتیب، پیشن گوئی) کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا

([اللہ نے] فرمایا: پھر تم چار پرندے لو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرلو [انکو اپنی طرف مائل کرلو] اور ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھو۔ پھر ان کو بلا لو۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئینگے)

فَصُرْهُنَّ (ص و ر): مائل کرنا / ٹکڑے ٹکڑے کرنا (مختلف معنی الگ الگ تفسیر میں ہیں)

بستی سے گزرنے والے شخص نے تعجب سے سوال کیا تھا أَنَّىٰ (کیونکر) کہہ کر اسلیے تجربہ اس پر ہی کیا گیا۔ لیکن ابراہیمؑ نے کَیْف (کیسے) کہہ کر تعجب نہیں کیا تو تجربہ ابراہیمؑ پر نہیں بلکہ پرندوں پر کیا گیا۔ بحرحال۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو تجربہ کرکے کہا۔ فرمایا چار پرندے لو اور انکو اپنی طرف مائل (مانوس) کرلو۔ مخصوص آواز سے پرندوں کو مانوس کیا جاتا ہے۔ اس آواز کو پہچان کر وہ پرندے مالک کے پاس آتے ہیں۔

مائل کرنے کے بعد کیا کرو وہ ساری تفصیل نہیں بتائی گئی لیکن آیت سے ہی پتہ چلتا ہے کہ پھر ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ پرندوں کو ذبح کرو اور ان کے ٹکڑے ہر پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر ان کو وہی مانوس کی ہوئی آواز سے بلاؤ تو وہ تمہارے پاس زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے چلے آئینگے۔

اگر تمہارے پکارنے پر مرے ہوئے پرندے زندہ ہوکر دوڑتے چلے آئینگے تو کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے بلانے پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق دوڑتی ہوئی نہیں چلی آئیگی۔

صُور (ص و ر) بھی اسی روٹ ورڈ سے ہے۔ جب قیامت کے دن صور پھونکا جائیگا تو اُس آواز پر سب دوڑتے آئینگے۔

یٰس : 51 ← وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (اور جب [دوبارہ] صور پھونکا جائیگا تو سب کے سب قبروں سے اپنے رب کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے)

يَنْسِلُونَ (ن س ل) ← اوپر سے نیچے آنا اور دوڑ کر آنا۔ جب کوئی پہاڑ سے اترتا ہے تو دوڑ لگا کر چلتا ہے۔ اِسی طرح جب لوگ صور کی آواز سن کر قبروں سے نکلے گے وہ ایسے اللہ کی طرف دوڑے گے جیسے کوئی بھاگ کر آرہا ہو۔

ابراہیمؑ کو پرندے پال کر، مانوس کرکے پھر انھیں ذبح کرکے انکے ٹکڑے پہاڑ پر رکھنے کہا گیا۔ پھر دور سے آواز سُن کر وہ پرندے زندہ ہوکر ابراہیمؑ کے پاس دوڑتے آئے۔ اِسی طرح قیامت کے دن صور کی آواز پر سارے انسان قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف بھاگتے آئینگے۔ کوئی بھی شخص پیچھے نہیں رہیگا۔

کسی کو جلا کر راکھ بھی کیا گیا تو وہ راکھ بھی جمع کرکے اسے زندہ کر دیگا حتیٰ کہ کسی جانور نے بھی کسی کو کھایا ہوگا اُسے بھی اُس جانور کے جسم سے الگ کرکے زندہ کر دیا جائیگا۔ ویسے بھی ہر ایک کا DNA الگ ہوتا ہے۔ اور اللہ کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں۔

سورۃ البقرۃ میں کئی مُردوں کے زندہ ہونے کی باتیں یعنی موت کے بعد دوبارہ زندگی کے بارے میں ہیں:

1> بنی اسرائیل کے 70 آدمی کو موت کے بعد پھر دوبارہ زندگی دی گئی۔
2> گائے کے قصے میں بنی اسرائیل کا ایک شخص مارا گیا پھر گائے کا ایک ٹکڑا اس شخص پر مار کر اسے دوبارہ زندہ کیا گیا۔
3> ایک شخص (عزیرؑ) جو بستی کے پاس سے گزرا اسے اور اسکے گدھے کو موت دے کر پھر دوبارہ اللہ نے ان دونوں کو زندہ کیا۔
4> اِس آیت میں ابراہیمؑ کے قصے میں مردہ پرندوں کا زندہ ہونا ہے۔

اِن تمام واقعات سے سبق یہ ہیں: ① اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خاص رہنمائی سے نوازتا ہے اور انکو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے اور ان کا یقین پختہ کرتا ہے۔ جو اللہ سے مدد مانگے گا، اللہ کو تھامے گا تو اللہ اُسے سچا ایمان عطا کریگا۔ اللہ اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ مسلمان ہونے کے باوجود ہمارے اندر اللہ کے بارے میں یا دین کے بارے میں جو بھی شکوک و شبہات ہیں، بےچینی اور بےاطمینانی ہیں وہ اللہ سے مدد مانگ کر دور ہوسکتی ہے۔ اسلیے ہدایت کی طلب ہونی چاہیے۔

② زندگی اور موت اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہیں۔
③ قیامت کے دن دوبارہ سب زندہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔
④ یہ سارے واقعات جاننے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندگی پر ہمارا ایمان اور یقین اور زیادہ پختہ ہونا چاہیے۔ یہ سبھی ہمارے لیے بھی پختہ دلیلیں ہیں کیونکہ قرآن کی ہر بات حق ہیں، سچ ہیں۔ جس کا آخرت پر یقین پختہ ہوگا وہ کبھی بھی قول اور فعل میں اللہ کی نافرمانی نہیں کریگا۔

وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(اور جان لو کہ بےشک اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے)

عزیرؑ کے قصے کے اختتام پر کہا گیا کہ انھوں نے کہا "أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (میں جانتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) کیونکہ انھوں نے اللہ کی قدرت پر تعجب کیا تھا۔ جبکہ یہاں ابراہیمؑ کے قصے کے اختتام پر کہا گیا "وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (اور جان لے! بیشک اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے) کیونکہ ابراہیمؑ نے اللہ کی قدرت پر تعجب نہیں کیا تھا۔ وہ صرف کیفیت جاننا چاہتے تھے۔

عَزِيزٌ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ مُردوں کو بھی زندہ کرسکتا ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

حَكِيمٌ

اللہ تعالیٰ حکمت کے ساتھ ہر کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غلبہ اسکے حکمت کے ساتھ ہے۔ ورنہ مخلوق میں جو لوگ (بادشاہ وغیرہ) غالب رہتے ہیں، وہ کبھی کبھی حکمت کے خلاف کام کرتے ہیں۔